ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی شعری وفکری جہات

روح سخن کے حوالے سے

کلیدی الفاظ: #احمد علی برقی اعظمی # شعری وفکری جہات # روح سخن

ڈاکٹر پروفیسر محمد یحییٰ صبا

شعبۂ اردو کروڑی مل کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی

تلخیص:

روح سخن ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی شعری وفکری جہات کا آئینہ دار دستاویز ہے۔ جس کا مطالعہ قارئین کو اس شاعری سے آگاہ کراتا ہے جو معیاری اور کلاسیکی شاعری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ روح سخن اردو شاعری کے سرمائے میں ایک بہترین اور خوش آیند اضافہ ہے۔ جو ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کے ذوق مطالعے، فکری وجدان، شعر فہم اور اس میراث کے حق کی ادائیگی کا غماز ہے جو انھیں ان کے والد بزرگوار، ممتاز شاعر، شاگرد حضرت نوح ناروی رحمت الٰہی برق اعظمی سے ملی ہے۔

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی علمی وادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، آج کی سائبر اور سوشل میڈیا والی دنیا میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہوگا جب ان کی کوئی نہ کوئی تخلیق وہاں پہنچ کر قارئین، صارفین اور ناظرین سے داد نہ وصول کرتی ہو۔ اسی طرح دنیا بھر میں منعقد ہونے والی شعری وادبی نشستوں میں ان کی شرکت نہ ہوتی ہو۔ بلکہ آج کے وقت میں تو انھیں اس دنیا میں نام پیدا کرنے والوں میں اہم اور نمایاں مقام حاصل ہوتا جا رہا ہے۔ بالخصوص ان کی موضوعاتی اور فکری شاعری نے تو دنیا بھر میں دھوم مچا رکھی ہے۔

شعر گوئی، شاعر اور شاعری' یہ ایک ایسا مثلث ہے جس کی اہمیت ہر دور میں رہی اور ہر طبقے کے افراد و دانشوروں نے اس کو سراہا ہے۔ اسے فروغ دینے کی کوششوں کو سلام کیا ہے اور انھیں یادگار کے طور پر بعد والی نسلوں کو میراث تک میں دیا ہے۔ ولیؔ، آرزوؔ، میرؔ، ذوقؔ، غالبؔ، مومنؔ، حالیؔ، داغؔ، اقبالؔ، جوشؔ، فراقؔ، مجازؔ، فانیؔ، اخترؔ، سیمابؔ، جگرؔ اور ان کے بعد بھی نظم

نگار شعرا کی ایک طویل فہرست ہے ایسے شاعروں کی جنھیں ہمارے پیش رووں نے بطور میراث ہمیں دیا ہے اوران کی شاعری، غزلوں، نظموں بلکہ تمام اصناف تک پہنچنے کے طریقے بھی ایجاد کردیے تھے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی کے طور پر ڈاکٹر احمد علی برقیؔ اعظمی کا نام نامی بھی شامل ہے۔ جو ہمارے معاصر ہونے کے ساتھ ساتھ سنجیدہ فکر و احساس کے شاعر بھی ہیں اوران کے شعری و فکری کا جہات کا دائرہ وسیع ولامحدود ہے۔ ان کی شاعری خاصے کی چیز ہے اور دعوت مطالعہ دیتی نظر آتی ہے۔

برقیؔ اعظمی عام فہم اور عام انسان کے بھی سمجھ میں آجانے والی شاعری کرتے ہیں جسے سہل طرز اور آسان شاعری بھی کہا جاسکتا ہے مگر جس قدر یہ کہنا اور لکھنا سہل اور آسان ہے اتنا اسے انجام دینا آسان نہیں ہے، یعنی برقی صاحب کا کام، آسان شاعری کرنا اور سہل طریقے سے شاعری سے دل چسپی رکھنے والوں تک بات پہنچانا اتنا سہل نہیں ہے۔ ان کی شاعری اس لیے بھی دل چسپی کی باعث ہے کہ وہ ہمارے دکھ درد اور فکر و پریشانی کا حل ہے۔

عام موضوعات اور عناوین کے علاوہ ڈاکٹر برقیؔ کا جو سب سے اہم اور ممتاز کارنامہ ہے، وہ ہے ان کی سائنس فہمی اور سائنس و ماحولیات، موسم و احوال کو موضوع بنا کر شاعری کرنا، یہ ان ہی کا کارنامہ ہے جس کی ساری دنیا میں دھوم مچی اور سب نے اس نادر و نایاب کمال کو سراہا بلکہ متعدد اہل علم و شعر و سخن شناوروں نے اس کی دل کھول کر داد بھی دی۔

ڈاکٹر احمد علی برقیؔ اعظمی علمی وادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، آج کی سائبر اور سوشل میڈیا والی دنیا میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہوگا جب ان کی کوئی نہ کوئی تخلیق وہاں پہنچ کر قارئین، صارفین اور ناظرین سے داد نہ وصول کرتی ہو۔ اسی طرح دنیا بھر میں منعقد ہونے والی شعری و ادبی نشستوں میں ان کی شرکت نہ ہوتی ہو۔ بلکہ آج کے وقت میں تو انھیں اس دنیا میں نام پیدا کرنے والوں میں اہم اور نمایاں مقام حاصل ہوتا جارہا ہے۔ بالخصوص ان کی موضوعاتی اور فکری شاعری نے تو دنیا بھر میں دھوم مچا رکھی ہے۔

ڈاکٹر احمد علی برقیؔ اعظمی کی پیدائش (ان کے ذاتی احوال کے مطابق) شہر اعظم گڑھ کے محلہ باز بہادر میں 25 دسمبر 1954 کو تلمیذ نوح ناروی حضرت رحمت الٰہی برقؔ اعظمی کے گھر

ہوئی۔معمول کے مطابق ابتدائی تعلیم شہر کے معروف اسکولوں میں ہوئی جن میں مدرسہ اسلامیہ باغ میر پیٹو،شبلی ہائر سکنڈری اسکول شامل ہیں اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے شبلی نیشنل کالج کا رخ کیا اور وہاں سے بی۔اے۔ایم اے۔بی ایڈ جیسی اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں حاصل کیں۔بعدازاں دہلی آ کر ملک کی مشہور و معروف یونیورسٹی جواہر لال نہرو یونیورسٹی جسے عرف عام میں جے این یو کہا جاتا ہے، میں 1977 میں ایم۔اے فارسی، پھر پی ایچ ڈی تک ڈگریاں حاصل کیں۔اس کے بعد آپ آل انڈیا ریڈیو کے شعبۂ فارسی سے وابستہ ہو گئے اور تا دم تحریر اسی شعبے کے انچارج ہیں۔

شاعری کا شوق و فن انھیں اپنے والد رحمت الٰہی برق اعظمی سے ورثے میں حاصل ہوئی جو جانشین داغ حضرت نوح ناروی کے خصوصی اور چہیتے شاگرد تھے۔چنانچہ گھر کے شعری و فکری ماحول میں ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی تعلیم و تربیت نے ان کے اندر موجود اس شاعر کو بیدار کر دیا جس نے عمر کے اس پڑاؤ تک ان کو متحرک بنا رکھا ہے۔

ذیل کی سطور میں ان ہی ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی شعر گوئی، غزل گوئی پر مکمل نوٹ ان کے شعری مجموعے میں ''روح سخن'' کے حوالے سے رقم کیا جاتا ہے۔

شاعری اور شعری وجدان خزینۂ قدرت سے اپنے بندوں کو دیا جانے والا وہ بے مثال تحفہ ہے جس کے ذریعے اس فکر اور احساس سے مالا مال افراد مخصوص، محدود، معروف اور مروجہ طرق، الفاظ، جملوں، قافیوں، دائروں اور احاطوں میں رہ کر کائنات اور بے کراں خلاؤں کی گہرائیاں ناپتے ہیں۔یہ جاننے سے پہلے کہ شاعری کے اثرات ہماری زندگیوں پر کیا پڑتے ہیں اور ان سے ہم کیا سیکھتے ہیں یا زندگی میں کیا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شعر، شاعری اور شاعر کے متعلق کچھ کہا اور سمجھا جائے۔شعر گوئی کیا ہے؟ کیا کچھ جملوں، لفظوں، حروف اور نقوش کو ایک لڑی سی میں پرو دینا ہی محض یا پھر اس کے معانی کچھ اور ہیں۔جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ تو اس کی ظاہری شکل و صورت ہے اور ایک تکنیکی طریقہ ہے کہ اس میں مخصوص فضا ہو، گنے چنے اور موڈی فائڈ جملے و حروف ہوں مگر اس ترتیب و تنظیم کے بعد جو خزینہ شعر فہمی سے حاصل ہوتا ہے، وہی اصل جوہر ہے۔ایک شاعر ان ہی دائروں میں سمٹ کر (یہ اس کی مجبوری نہیں، تکنیک اور ہنر ہے) تحت الثریٰ اور ثریّا تک کے نقشے کھینچ دیتا

ہے۔ ہمارے سماج کی نفسیات، درد، درماں، علاج ،فکروں کی کجی اور پھران کی اصلاح، معاشروں کے نہج اور چلن پر قدغن، مردہ ضمیر اور احساس کو زندہ کرنا، زندگی کا ایک نظریہ قائم کرنا یا پھر قائم شدہ وجاری شدہ کو نئے روپ و نقش دینا 'شعر گوئی' کے اہم ترین مقاصد ہیں۔ ان مقاصد کی انجام دہی میں شاعر اس تکنیک کے ماسٹر اور حکم راں کے طور پر اپنا کردار نبھاتا ہے، وہ نئی نئی باتیں، نئے نئے انداز، نئی نئی فکریں، نئی نئی جہات، الگ الگ زاویئے، جداجدا رُخ ہر اعتبار سے شعر کے پیغام کو اور اس کی ترسیل کو مضبوط سے مضبوط بناتا ہے۔ مدتوں سوچتا ہے پھر کہیں جاکے ایسی بات کہتا ہے جو دلوں کو تسخیر اور آنکھوں کو تاباں کرتی چلی جاتی ہے۔ ان دونوں چیزوں کو ملا کر ایک تیسری چیز جو وجود میں آتی ہے اسے 'شاعری' کہتے ہیں۔ شعر گوئی، شاعر اور شاعری' یہ ایک ایسا مثلث ہے جس کی اہمیت ہر دور میں رہی اور ہر طبقے کے افراد و دانشوروں نے اس کو سراہا ہے۔ اسے فروغ دینے کی کوششوں کو سلام کیا ہے اور انھیں یادگار کے طور پر بعد والی نسلوں کو میراث تک میں دیا ہے۔
ولیؔ، آرزوؔ، میرؔ، ذوقؔ، غالبؔ، مومنؔ، حالیؔ
، داغؔ، اقبالؔ، جوشؔ، فراقؔ، مجازؔ، فانیؔ، اخترؔ، سیمابؔ، جگرؔ اور ان کے بعد بھی نظم نگار شعرا کی ایک طویل فہرست ہے ایسے شاعروں کی جنھیں ہمارے پیش رووں نے بطور میراث ہمیں دیا ہے اور ان کی شاعری، غزلوں، نظموں بلکہ تمام اصناف تک پہنچنے کے طریقے بھی ایجاد کردیے تھے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی کے طور پر ڈاکٹر احمد علی برقیؔ اعظمی کا نام نامی بھی شامل ہے۔ جو ہمارے معاصر ہونے کے ساتھ ساتھ سنجیدہ فکر و احساس کے شاعر بھی ہیں اور ان کے شعری وفکری کا جہات کا دائرہ وسیع و لامحدود ہے۔ ان کی شاعری خاصے کی چیز ہے اور دعوت مطالعہ دیتی نظر آتی ہے۔

یہ بچے آج کل بالکل نظر آتے ہیں وقت سے پہلے
تو مٹی کے کھلونوں سے انہیں بہلائے گا کیسے

☆☆

عجب دور زمانہ ہے، کرے کوئی بھرے کوئی!

یہ کیسا نازیانہ ہے، کرے کوئی بھرے کوئی!

☆☆

میں بے گناہی کا اپنی ثبوت کیسے دوں!
کوئی نہ جب مری باتوں کو اعتبار کرے!

☆☆

نظر ملا نہ سکا کوئی اس نے جب یہ کہا!
گناہ گار نہ ہو جو، وہ سنگ سار کرے!

☆☆

حالات مساعد نہیں رہتے ہیں ہمیشہ!
ہموا رنہیں رہ تو ہموار کیے جا!

☆☆

یہ اوراس جیسے سینکڑوں اشعار ہیں جو برقی اعظمی کی اس فکر رسا کی ترجمانی کرتے ہیں جوان کو گہرے تجربے اور مشاہدے کے طفیل حاصل ہوئی ہے۔ وہ نہ صرف ایک خالص غزل گو ہیں بلکہ ناصح بھی ہیں، اسی طرح محض ناصح ہی نہیں، اچھے غزل گو اور گل وبلبل، لب ورخسار اور زلف کی باتیں بھی کرنے والے، اسی طرح رعنائی چمن وگلشن کے بھی گلچیں وشیدائی ہیں۔ ان کی غزلوں کا مجموعہ'روح سخن' اس کا بیان اور اظہار ہے۔ جوان تمام موضوعات اور عناوین پر مشتمل ہے اور برقی اعظمی کی شعری بصیرت کا بیان بھی۔ اس میں غزلیں، قطعات اور یادرفتگاں کے عنوان سے موزوں کلام موجود ہے۔

برقی اعظمی عام فہم اور عام انسان کے بھی سمجھ میں آجانے والی شاعری کرتے ہیں جسے سہل طرز اور آسان شاعری بھی کہا جاسکتا ہے مگر جس قدر یہ کہنا اور لکھنا سہل اور آسان ہے اتنا اسے انجام دینا آسان نہیں ہے، یعنی برقی صاحب کا کام، آسان شاعری کرنا اور سہل طریقے سے شاعری سے دل چسپی رکھنے والوں تک بات پہنچانا اتنا سہل نہیں ہے۔ ان کی شاعری اس لیے بھی دل چسپی کی باعث ہے کہ وہ ہمارے دکھ درد اور فکرو پریشانی کا حل ہے۔ برقی اعظمی نے وہی لکھا جوان پر گزرا

اور ایک عام انسان پر اس کی زندگی میں واقع ہونے والی مشکلوں، پریشانیوں، کلفتوں اور مسائل کی صورت میں بیتتا ہے۔ 'روحِ سخن' کے کلام اور برقی اعظمی کی شاعری کو اگر آج کا المیہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ انھوں نے محض زخم دکھا دیے ہوں، بلکہ ان کا حل بھی بتایا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کا مطالعہ کرنے والے ان کے قدم بہ قدم چل کر ذہنی سفر طے کرتے ہیں اور کبھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور کبھی سنجیدگی سے اس پر غور کرنے لگتے ہیں۔

ایک مقام پر برقیؔ اعظمی کی شاعری کے متعلق ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''جناب احمد علی برقیؔ اعظمی ایسے خانوادے کے چشم و چراغ ہیں جن کے اسلاف شعر و ادب کی پاکیزہ روایات کے حامل رہے ہیں ------۔ انھوں نے اپنے عہد کے عصری تقاضوں سے اکتساب فیض کیا ہے، اس لیے ان کی شاعری حدیث حسن بھی ہے اور حکایت روزگار بھی۔''(1)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ایک غزل کے منتخب اشعار درج کر دوں:

خانۂ دل میں تھے مہماں، آپ تو ایسے نہ تھے!
کر دیا کیوں اس کو ویراں، آپ تو ایسے نہ تھے!!!
آپ تو افسانۂ ہستی کا عنوان تھے میرے!
دیکھ کر اب ہے گریزاں، آپ تو ایسے نہ تھے!
کیف و سرمستی کا ساماں آپ تھے میرے لئے!
مثلِ آئینہ ہوں حیراں، آپ تو ایسے نہ تھے!
کچھ بتائیں تو سہی، اس بدگمانی کا سبب!
کیوں ہیں اب برقی سے نالاں، آپ تو ایسے تھے!

مذکورہ غزل کے مطالعے سے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ غزل کے روایتی موضوعات سے مکمل انحراف و احتراز کرتے ہوئے برقی اعظمی اپنی شاعری کے ہر مضمون، ہر بیان اور ہر جذبے کو

ایک شخص واحد کے حوالے سے بات کرتے ہیں اور کوئی عجب نہیں کہ یہ شخص واحد خود برقی اعظمی ہی ہو یا وہ ہم سب، اور ہم سب برقی اعظمی یا برقی اعظمی ہی ہم سب ہیں۔ ان کی شاعری کا نصف فیصد یا بیشتر حصہ خود ان کے ہی ارد گرد گھومتا ہے۔ وہی اس کے مرکزی کردار ہیں اور وہی اس کے اولین مخاطب بھی اس کے بعد وہ کسی اور سے اس کو منسوب کرتے ہیں۔ ان کی غزلوں کا رنگ چھوٹی اور سیدھی بحروں سے سجا سجایا ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ ہنر انھوں نے فارسی ادبیات سے سیکھا ہے چوں کہ انھوں نے فارسی میں ڈاکٹریٹ حاصل کی ہے اور اس طرح انھیں اس پر عبور بھی حاصل ہے۔ فارسی میں یہی ہوتا ہے کہ مختصر مختصر بحروں، قافیوں، ردیفوں اور دائروں میں ہی غزلیں لکھی جاتی ہیں اور اس طرح سے ان کو سمجھنا اور ان کا تجزیہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

دل کی ویرانی کبھی دیکھی ہے کیا!
یہ پریشانی کبھی دیکھی ہے کیا!
میری چشمِ نم میں جو ہے موجزن!
ایسی طغیانی کبھی دیکھ ہے کیا!
آئینہ میں شکل اپنی دیکھ کر!
ایسی حیران کبھی دیکھی ہے کیا!

☆☆

رسم الفت کو کبھی نبھا کر دیکھو!
دل سے اب دل کو ملا کر دیکھو!
جو تمھیں ہم سے الگ کرتی ہے!
تم وہ دیوار گرا کر دیکھو!
بدگمانی کا نہیں کوئی علاج !
ہم کو نزدیک سے آ کر دیکھو!

یہ غزلیں، یہ اشعار اور یہ انداز بیاں دیکھیے کتنی آسان بحروں میں مرقوم و منظوم ہے اور کتنی آسانی سے اس کو سمجھا جاتا ہے۔ وہ فطرت سے بہت قریب رہ کر شاعری کرتے ہیں اور اس کے

تقاضوں کی آواز بن کر لبیک کہتے ہیں۔گل وبلبل کی نزاکت کو بھی سمجھتے ہیں اور خزاں وموسم باراں کی مجبوریوں کو بھی سمجھتے ہیں۔پھر وہی کمپرومائزنگ ان کی شاعری میں جھلکتی ہے جس سے مشکلیں اور سختیاں اپنا لہجہ، اپنا رخ اور اپنا انداز بدل لیتی ہیں۔انسان میں ممکن ہے بہت سی خوبیاں ہوسکتی ہیں، اگر اس میں سمجھوتہ کرنے کی خو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے اور اگر کچھ بھی نہ بس یہی نیک خو ہو تو یہ حیات وکائنات اس کے لیے مثالی بن سکتی ہیں۔برقی اعظمی پر زود گوئی کا الزام لگتا ہے۔اس الزام کا جواب امریکہ میں مقیم معروف اسکالر اور شاعر سرور عالم راز مسرور یوں دیتے ہیں:

''یہاں زود گوئی کے حوالے سے چند باتیں کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔زود گوئی صرف ایک قسم کی نہیں ہوتی۔ایک زود گوئی تو وہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے غزل کے مضامین میں گہرائی وگیرائی کم ہوجاتی ہے، اشعار میں زبان وبیان ومضامین کی یکسانیت در آتی ہے اور بعض اوقات کسی غزل پر یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ اس سے قبل نظر سے گزر چکی ہے۔ایسی زود گوئی سے دامن بچانا ضرور ہے لیکن ایک ماہر اور صاحب فن شاعر کے لیے ناممکن نہیں ہے۔برقی صاحب کی یہ زود گوئی اختیاری ہے۔وہ حسب فرمائش جب کہیے ہر موضوع پر داد سخن دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں۔''(2)

برقی اعظمی کی شعر گوئی کا یہ رنگ بھی دیکھتے چلیں:

نہ تو ملتا ہے وہ مجھ سے نہ جدا ہوتا ہے!
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہوتا ہے!
جب نہیں دیتا درد دل پہ دستک برقی!
کیا بتاؤں میں تمھیں کی ہوتا ہے!

☆☆

پھر وہی شدت جذبات کہاں سے لاؤں!
جیسے پہلے تھے وہ حالات کہاں سے لاؤں!

منتشر ہوگئے اوراق کتاب ہستی!
ساتھ دیتے نہیں حالات کہاں سے لاؤں!

☆☆

داستان ایسی ہے جس کا نہیں عنوان کوئی!
مجھ سا دنیا میں نہیں بے سروسامان کوئی!
سوچتا ہوں کچھ کہوں، پھر سوچتا ہوں کیا کہوں!
اپنے آگے وہ کسی کا مانتا کچھ بھی!

یہ کشمکش تقریباً ہم سب کی ہے۔ کم بیش ہر انسان اس دہرے اور ڈبل سیٹ اپ کا شکار ہے۔ بالخصوص سنجیدہ اور فکر و احساس جیسی نعمت سے مالا مال افراد کے لیے ہر پل ایسی نامساعد صورت حال پیش آتی ہی ہے۔ انھیں تو قدم قدم پر درپیش چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وقت وحالات ان سے جذبات سے کھیل جاتے ہیں۔ ان سے باقاعدہ خراج وصول کیا جاتا ہے اور ان کی آگاہی و دانش مندی کے قرض چکانے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔ پھر بھی یہ باہمت، اولعزم اور سرفروش ان کے مقابل رہتے ہیں، منہ زور آندھیوں کا رخ موڑتے ہیں اور انھیں شکست دیتے ہیں۔ برقی اعظمی کے یہ اشعار اسی حوصلگی اور اسی ہمت وعزم کا غماز ہیں۔ اسی سربلندی و سرفروشی کا اظہار و انکشاف بھی۔

غزل کے روایتی موضوعات سے ہٹ کر اس طرح کے موضوعات کی پیش کش نے گو برقی اعظمی کے لیے زمین تنگ کر دی اور کسی حد تک انھیں روایات کا باغی بھی معروف کر دیا مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ دراصل برقی کا زمانہ، برقی کے زمانے کے حالات، برقیؔ کے عہد کی تیزی سے ادلتی بدلتی اور آتی جاتی رُتوں اور حالات کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ ایسے ہی موضوعات اور جہات کو عنوان بنا کر خامہ فرسائی کریں۔ نئے زخم ہیں، نئے صدمے، نئے تقاضے ہیں اور نئی ذمے داریاں لہٰذا ان کا ٹریٹمنٹ اور سولیوشن بھی جدید طرز کا ہی ہونا چاہیے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ فساد کا منہ جلد بند ہوگا بلکہ تباہی کے دائرے بھی محدود ہو کر رہ جائیں گے اور انسانیت محفوظ رہے گی۔

اسی بات کو سہ ماہی فکر و تحقیق، ماہنامہ اردو دنیا اور ماہنامہ بچوں کی دنیا کے نائب ایڈیٹر عبد

الحیٔ اس طرح کہتے ہیں:

وہ ایک سدا بہار اور ہمہ جہت تخلیق کار ہیں۔ برقی اعظمی کو نہ
صرف شعر و ادب کی تمام اصناف۔ حمد، نعت، قصیدہ منقبت، غزل، نظم
وغیرہ پر دسترس حاصل ہے بلکہ آج وہ شاید واحد شاعر ہیں جو انٹرنیٹ
اور سوشل سائٹس کی مدد سے دنیا کے مختلف حصوں میں معروف و مقبول
ہیں۔۔۔انھوں نے موضوعاتی شاعری کی تاریخ میں ایک نئے باب
کا اضافہ کیا ہے۔عظیم شخصیات کو منظوم خراج عقیدت پیش کرنا ہو، کسی
خاص دن پر شعر کہنا ہو، کوئی تہوار ہو، کوئی حادثہ، واقعہ ہو، کسی رسالے
کا خاص شمارہ ہو، کوئی کتاب ہو، انھوں نے سبھی کو اپنے منظوم کلام میں
سموکر دوام عطا کیا ہے۔''(3)

یہی ایک حساس شاعر و فن کاری کی ذمے داری ہوتی اور اس کا فرض بھی جسے ادا کرنا اس کا منصب ہوتا ہے۔ برقیؔ اعظمی کی یہ شعوری کوشش ہے جس میں وہ کامیاب رہے ہیں نیز بعد کے آنے والوں کے لیے اس سنگلاخ وادی کے کانٹے چن کر اس میں پھول بوئے ہیں۔

مجھ کو ہنس ہنس کر رلایا دیر تک!
چین پھر اس کو نہ آیا دیر تک!
آتش سیال تھا میرا لہو!
میرا خوں اس نے جلایا دیر تک!
میں ورق اس کی کتاب حسن کا!
چاہ کر بھی پڑھ نہ پایا دیر تک!
حال دل برقی کا تھا ناگفتہ بہ!
سر پہ چھت تھی اور نہ سایا دیر تک!

ان حالات سے گزرتے ہیں برقی بلکہ ان کی جلو میں ہم سب۔ یہ ہم سب کے حالات ہیں اور ہماری حیات مستعار کے وہ عناوین جنھیں ہم ہی پڑھ سکتے ہیں اور اپنے اپنے طور پر ہم ہی ان

کی گہرائیوں تک پہنچ سکتے ہیں۔کوئی اوران کی تشریح صرف اسی حد تک کرسکتا ہے جس حد تک وہ ہم سے واقف ہے۔چنانچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے علاوہ ہمیں مکمل طور پر کوئی نہیں جان سکتا۔لہٰذا اپنی خوبیوں اور کمزوریوں کے ادراک کے لیے ہمیں اپنے ہی اندر کھڑکیاں کھولنی پڑتی ہیں۔باہر کے لوگوں کو ہمارے چند حالات پتا چل جاتے ہیں اور وہ ان کو عناوین بنا کر ہمیں دنیا بھر میں رسوا کرتے پھرتے ہیں۔ان ہی چند معلومات کو بنیاد بنا کر ہمیں ہدف ملامت بنایا جاتا ہے یا اعزاز و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔بس ان ہی چند کے اردگرد دنیا والے ہمارا اچھا برا مقام متعین کر لیتے ہیں۔مگر حقیقت تو یہ ہے کہ: 'من آنم کہ من دانم'--------برقی نے ہمیں اپنے اندر جھانکنے کا ایک طریقہ بتایا ہے اور ہمیں درپیش مسائل وحالات سے آگہی بخشنے کی کوشش کی ہے۔

میرے زیر مطالعہ ان کا شعری مجموعہ 'روح سخن' ہے جسے دنیائے شعروادب میں خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔اس کا سہرا جہاں کتاب کے مشمولات اور نادر انتخاب کے سر جاتا ہے وہیں اس کے مصنف اور شاعر احمد علی برقی اعظمی کی شخصیت اور ذات کے سر بھی ہے۔ان کی بلیغ نظر اور وسیع فکر کے سر بھی ہے۔ان کی نگہ بلند اور دلنواز سخن کے سر بھی ہے۔اس کے مطالعے سے جہاں شاعری کے جدید رجحانات کا پتا چلتا ہے وہیں حالات کی گردنیں بھی ان کی مضبوط بانہوں پھنستی نظر آتی ہیں اور ان سلسلوں کو بھی روکتی تھامتی نظر آتی ہیں جو ہمارے وقت میں ایک تکلیف دہ اور مسلسل درد کی شدت اختیار کرتے جارہے ہیں یا دوسرے لفظوں میں ناسور اور کینسر بنتے جارہے ہیں۔'روح سخن' کا مطالعہ ہمیں 'روح کائنات' کا مطالعہ بھی کرا دیتا ہے۔ایک ہی نشست میں ہی ہم یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں آ، جا، جاتے ہیں۔برقی اعظمی کا یہ کمال بذات خود ایک کمال ہے۔

ڈاکٹر تابش مہدی برقی اعظمی کی غزل گوئی اور شعر گوئی کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی دہلی کے نامور، زود گو اور قادر الکلام شاعر ہیں۔وہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر گوئی کی بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔انھوں نے غیر مشروط وابستگی، مسلسل مشق و ممارست اور غیر معمولی محنت و توجہ کی وجہ سے شعر گوئی کو اپنے لیے

آسان بنالیا ہے۔وہ جب اور جس موضوع پر چاہیں نظم لکھ سکتے
ہیں۔۔۔۔۔میں سمجھتا ہوں کہ انھیں یہ چیز ان کے والد محترم استاذ الشعرا
حضرت برقؔ اعظمی سے ورثے میں ملی ہے، جو دبستان داغ سے بھی
تعلق رکھتے تھے اور دبستان ناسخ لکھنوی سے بھی۔''(4)

'روح سخن' میں بعض غزلیں وہ ہیں جو غزل مسلسل کے زمرے میں آتی ہیں۔یعنی غزل مسلسل وہ کہلاتی ہے جس میں ابتدا سے انتہا تک ایک ہی مضمون/ خیال اور فکر باندھی گئی ہو مگر برقؔ اعظمی نے غزل مسلسل میں بھی متعدد مضامین شامل کر دیے، اس طرح سے کلام کا حسن اور بڑھ گیا اسی طرح اس کمی کا ازالہ بھی ہو گیا جو غزل مسلسل کے یکساں مضمون اور ایک جیسے خیال سے ہوتا یا اس کے ہونے کا امکان تھا۔غزل مسلسل یا ایک جیسا ہی خیال کبھی بہتر اور اچھا مانا جاتا ہوگا مگر آج کل کا زمانہ اس میں اور وسعت مانگتا ہے بلکہ لازمی طور پر تقاضا کرتا ہے۔لہٰذا اس کی عرض سنے بغیر بات بنتی ہی نہیں۔برقؔ اعظمی نے وقت کے اس تقاضے کا خیال رکھا ہے اور اس فریضے کو بخوبی نبھایا ہے۔اس طرح سے بلا تامل یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ وقت کے نبض شناس، سدا بہار اور بروقت و باہوش شاعر ہیں۔موضوعاتی اور شخصی شاعری کے توسط سے انھوں نے اردو ادب میں ایک نئے عنوان کا اضافہ کیا ہے یا اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ موضوعات کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔یہ ہر دو اضافے نہ صرف خوش آیند ہیں بلکہ اردو شعر و ادب کا عظیم الشان سرمایہ بھی ہیں۔عظیم شخصیات کو خراج عقیدت پیش کرنے سے لے کر کسی خاص اور اہم دن پر بھی، کسی تہوار یا قابل ذکر واقعے پر بھی، کسی کتاب یا کسی رسالے کے اہم و خاص نمبر پر بھی وہ سب پر منظوم تہنیت رقم کرتے ہیں اور پیش کرتے ہیں۔اس طرح سے نہ صرف نئے موضوع اور عنوان سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ وہ موضوع بہ یا معنون بہ حیات دوام حاصل کر لیتی ہے۔ان کے مجموعے 'روح سخن' میں بزم رفتگاں کے عنوان سے اردو ادب کی جن اہم شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے ان میں آرزوؔ لکھنوی، علامہ اقبالؔ، اصغرؔ گونڈوی، فیض احمد فیضؔ، ابن صفی، ابن انشا، مجازؔ، کیفیؔ اعظمی، مجروح سلطان پوری، جیسی اہم اور نامور ہستیاں موجود ہیں۔اس کے علاوہ، بسنت، خزاں، بارش، پھول، شبنم، ابر، ہوا جیسے فطری عناصر کو بھی موضوع گفتگو بنایا ہے۔برقؔ اعظمی کی موضوعات نگاری کا سفر ابھی بھی جاری ہے۔چنانچہ گزشتہ دنوں ان کے متعدد خراج نامے ظفر

گورکھپوری، پروفیسر یوسف تقی اور پروفیسر اسلم پرویز کے سانحات ارتحال پر فیس بک اور دیگر سوشل سائٹس پر نظر آئی تھیں۔ جنھیں مداحین اور قدردانوں نے بے حد پسند کیا اور برقی اعظمی کی اس شان کا اعتراف بھی کیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطور نمونہ ان کے منظوم خراج عقیدت کی چند مثالیں پیش کر دی جائیں۔

وہ نشترؔ خیر آبادی کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

بادۂ عرفاں ہے سرشار ان کی شاعری!
رنگ میں ہے ان کی دل کش فکر وفن کا اہتمام!!
ان کی غزلیں بخشتی ہیں ذہن کو اک تازگی!!
دیتی ہیں وہ اہل دل کو بادۂ عرفاں کا جام!!

ابن صفی کو کچھ اس طرح:

ابن صفی سپہر ادب کے تھے مہتاب!
اردو ادب میں جن کا نہیں کوئی جواب!
جاسوسی ناولوں میں جو ہیں ان کے شاہ کار!
اپنی مثال آپ ہیں اور وہ ہیں لاجواب!
ان کے نقوش جاوداں پھیلے ہیں ہر طرف!
احسان ان کے اردو ادب پر ہیں بے حساب!

مجاز کو انھوں نے یوں یاد کیا:

آب زر سے ثبت ہے تاریخ میں نام مجاز!
آئے ہم سب مل کے منائیں اب شام مجاز!
پی کے جس کو آج تک مسحور ہے اہل نظر!
تھا نشاط وکیف سے سرشار وہ جان مجاز!

اس کی غزلوں اور نظموں میں حدیث دلبری!
اہل اردو کے لیے ہے ایک انعام مجاز!

حالیہ دنوں وفات پانے والے **پروفیسر اسلم پرویز** کے لیے وہ یوں لکھتے ہیں:

ڈاکٹر اسلم جو تھے دنیائے اردو کا وقار!
باغ جے این یو میں ان کی ذات تھی مثل بہار!
میں تھا جے این یو میں جب اردو کے وہ استاد تھے!
ان کی ہیں خدمات ارباب نظر پر آشکار!!
اردو گھر سے ان کی تھی دیرینہ جو وابستگی!
اہل اردو کے لئے ہے باعث صد افتخار!

یہ ہے ان کا انداز بیان اور انداز خراج عقیدت۔ وہ اپنے مرحومین اور رفتگان کو اس طرح یاد کرتے کراتے ہیں اور ان کو شعری لب ولہجہ دے کر زندہ وجاوید کر دیتے ہیں۔ یہ ان کا شاعری اور شعر گوئی کا جدگانہ پہلو ہے جس کے مالک اور ماسٹر وہ خود ہیں۔ وہی بہتر اور خوب صورت انداز میں اسے فروغ دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ شاید و باید ہی کوئی اس صنف کو فروغ دے۔ یہ صنف یا یہ انداز 'روح سخن' کے اہم ترین پہلوؤں میں شامل ہے۔ اس لیے بھی اس مجموعے کی اہمیت اور وقار دو چند ہو جاتا ہے۔

نئے دور میں وہ نئی غزل کے شناور بن کرا بھرے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے کچھ نقوش اور نمونے اور خطوط بھی متعین کیے جن کے ارد گرد ان کی غزل گوئی کا دائرہ گردش کرتا ہے۔ جیسے انھوں نے زندہ اور متحرک افراد واشیا پر لکھا۔ نمبر دو: وہ طرحی غزلوں میں جدت پیدا کر دیتے ہیں۔ نمبر تین: وہ طرحی غزلوں پر دوغزلہ اور سہ غزلہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ ہمہ جہتی موضوعات پر انھیں جس طرح کی دسترس حاصل ہے اس کا اندازہ ان کی آن لائن سائٹس، فیس بک، وہاٹس ایپ اور دیگر سوشل سائٹس پر پڑھنے سے ہوتا ہے۔ وہ کتنے زود گو اور مثبت قلم کار شاعر ہیں یہ دونوں چیزوں ایک ساتھ صرف ان کے یہاں ہی نظر آتی ہیں۔ ایک مقام پر عزیز بلگامی ان کی اسی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جہاں تک ان کی فکری جولانگاہ اور اس کی وسعت
کی بات ہے، تو جیسا کہ ہم نے عرض کیا، اس کا دائرہ عالمی
سطح پر تک پھیل گیا ہے اور فکر وفن کی مختلف جہتوں کے ساتھ
وہ مصروف سخن نظر آتے ہیں۔ آج دنیا کی کوئی معروف آن
لائن انجمن ایسی نہیں جہاں حضرت برقی کی برق رفتار
شاعری کی رسائی نہ ہوئی ہو۔ ایک طرف وہ ہر صنف سخن
میں اپنی تخلیقیت کے کامیاب تجربے کرتے ہیں، تو دوسری
طرف تازہ تخلیقات کو معرض وجود میں لانے کا کوئی موقع وہ
ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ مثلاً کسی انجمن پر کسی مصرع
طرح کا اعلان ہوتا ہے تو سب سے پہلی غزل برق رفتاری
کے ساتھ کسی کی پہنچتی ہے تو وہ حضرت برقی کی ہی ہوتی
ہے۔ کسی کتاب کی رونمائی ہو، کسی کتاب کا اجرا ہو رہا ہو تو
برقی صاحب کی رگ سخن پھڑک جاتی ہے اور کم از کم
7 شعروں پر مشتمل منظوم خراج تحسین پیش کر ہی دیتے ہیں
۔''(5)

واقعی ایسا ہے بھی اور خوب ہے۔ ان کا جو اہم کارنامہ ہے وہ ''یادرفتگاں'' کے حوالے سے منظوم خراج عقیدت پیش کرنا ہے۔ وہ اس ذمے داری کو اس طرح نبھا دیتے ہیں کہ حق ہی ادا ہو جاتا ہے۔ اسی بات کو سید ضیا خیرآبادی یوں کہتے ہیں:

''یادرفتگاں کے عنوان کے تحت ان کی نظموں کی مثال اردو
شاعری کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ یادوں کی اس طرح بزم
آرائی کا اہتمام کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اس بحرانی دور میں اردو کو اس
ڈوبتی ناؤ کے ناخدا بن کر جس ذمے داری کو آپ نے نبھایا ہے وہ
قابل تحسین ہے۔''(6)

سید ضیا خیر آبادی نے یہ بہت سچی بات کہی ہے اور برقی اعظمی کی اس خوبی اور اس کمال کا ذکر اور اعتراف کھلے الفاظ میں کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یقیناً یہ شاعری میں ایک نیا تجربہ ہے بلکہ آج کے وقت اور حالات کے لحاظ سے ضروری بھی۔ یہ ایک ایسی ایجاد اور تجربہ ہے جو مقبول بھی ہے اور پسندیدہ بھی۔ اسی لیے برقی صاحب کی ہر گام پر پذیرائی ہو رہی ہے اور ان کے لیے اہل علم کے دلوں میں خاطر خواہ جگہ بنتی جا رہی ہے۔ وہ مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔ اس طرح ان کا کلام اور فکر دونوں ہی نکھرتے جا رہے ہیں۔ نئی شاعری اور نئی فکر اور نیا وژن بھی نظر آ رہا ہے۔ جس کی اردو ادب اور اردو شاعری کو سخت ضرورت ہے جس کی تکمیل برقی اعظمی بحسن وخوبی کر رہے ہیں۔ ان کا قلم رواں دواں ہے اور تیز رَو بھی۔ سفر حالاں کہ بہت لمبا ہے مگر نہ تو ان کے اعصاب پر تھکن نمایاں ہے اور نہ ہی کلام میں اضمحلال بلکہ روز افزوں تازگی اور سرسبزی وشادابی نظر آتی ہے۔ 'روح سخن' اس کا منہ بولتا ثبوت ہے نیز وہ منفرد اور منتشر کلام جو فیس بک، وہاٹس ایپ، ٹویٹر اور دیگر سوشل سائٹس کے ذریعے منظر عام پر آتا ہے۔

انگلینڈ میں مقیم مظفر احمد مظفر روح سخن پر اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

''(اس مجموعے میں) جملہ محاسن شعری میں یعنی
جدت تخیل، جدت طرازی ادا، ندرت افکار اور دیگر
اوصاف کو قدرتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے
کلام میں ایک مخصوص سحر انگیز جاذبیت سرائیت کر گئی ہے
اور وہی نقطۂ نظر جو اردو کے ادب عالیہ میں مروج رہا
ہے۔ اسی کی طرف شاعر کا جھکاؤ ہے۔''(7)

روح سخن کا قاری مذکورہ بالا باتوں اور نکات سے بہت حد تک اتفاق کرے گا، قاری برقی اعظمی کے کلام میں جہاں سامان تشنگی کا سامان پائے گا وہیں اسے جدت طرز اور کلام کی نئی وسعتوں کا احساس ہوگا۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اٹلانٹا امریکہ میں مقیم سیدہ عمرانہ نشتر خیر آبادی روح سخن اور اس کے مایا ناز شاعر کے فن کی ان الفاظ میں توصیف کرتی ہیں:

''جب ہم ڈاکٹر برقی اعظمی کے کلام کا بنظر دقیق

تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں زبان اور بیان کی بہت سی خوبیاں
اس میں نظر آتی ہیں جو ان کی دلکش تحریروں کو حسن بخشتی ہیں
۔ان کے چہکتے ہوئے ردیف اور قافیے، ان کی حیران
کر دینے والی تشبیہات اور استعارے اور ان کے دل کو
چھونے والے محاورے، بہت خوب صورتی کے ساتھ ان
کے کلام میں استعمال ہوئے ہیں۔ کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں:

جس کو وہ پڑھتا رہے گا، عمر بھر لکھ جاؤں گا
خط میں اس کے نام ایسا نامہ بر لکھ جاؤں گا
ایسا ہوگا میری اس تحریر میں سودو گداز
موسم ہو جائے گا پتھر کا جگر لکھ جاؤں گا

☆☆

اشک پلکوں پہ چمکتے ہیں ستاروں کی طرح
میرا کاشانۂ دل اب ہے مزاروں کی طرح

یہاں اشک ستاروں کی طرح
خانۂ دل مزاروں کی طرح
اور پتھر کا جگر وغیرہ ان کی تشبیہات اور
استعاروں کی خوب صورت مثالیں ہیں۔‘‘(8)

عمرانہ نشتر صاحبہ کی مذکورہ تحریر کے تمام نقوش ڈاکٹر برقی اعظمی کے فکر و فن کا سچے ترجمان اور بیان ہیں۔ یقیناً ڈاکٹر برقی اعظمی میں لفظیات و معانی کی جدت کا ایسا سلسلہ قائم کیا ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ یہی خوبی کسی شاعر و فن کار کو عمدہ شاعر اور بہترین فن کار بناتی ہے۔ ایسے جدت اور نئے پن کے طلب گار اور کوشش کنندگان کو وہ شہرت اور دوامیت ملتی ہے۔ شاید یہی مقصد ہوتا ہے کسی شاعر اور فن کار بھی مگر بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اس ٹاسک کو چھو پاتے ہیں اور وہ اس

مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ ورنہ کتنے تو ایسے ہوتے ہیں جو اس راہ سفر میں تھوڑا بہت چل کر پھر پلٹ جاتے ہیں یا چل ہی نہیں پاتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس نہ تو اتنا گہرا تجربہ ہوتا ہے اور نہ وہ کسوٹی جس میں ڈھل کر لفظ، الفاظ اور لفظیات ڈھلتے ہیں پھر اس کے بعد وہ مناسب مقام اور محل میں چسپاں ہوتے ہیں۔

عام اور روایتی موضوعات کے علاوہ ڈاکٹر برقیؔ اعظمی کا جو سب سے بڑا کمال ہے وہ ان کی سائنس وٹیکنالوجی اور اس طلسمی دنیا میں آئے دن ہونے والی تبدیلیاں پر بہت گہری ہے چنانچہ وہ ایک زمانے میں انھوں نے ان ایجادات واختراعات کو موضوع بنا کر یادگار نظمیں اور غزلیں لکھی ہیں جنھیں اس وقت بھی اور آج بھی علمی وادبی دنیا نے خوب سراہا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ڈاکٹر محمد صدیق نقوی لکھتے ہیں:

''دور حاضر کے جدید موضوعات میں خاص طور
''گلوبل وارمنگ'' کو ردیف بنا کر انھوں نے طویل
غزلیہ نظم لکھی۔ اسی طرح انٹرنیٹ، عالمی سائنس
ڈے، عالمی ارض ڈے، ایڈز کا سد باب، آلودگی
باعث حادثات، آلودگی مٹائیں جیسے موضوعات کو بھی
غزلیہ شاعری میں پیش کرتے ہوئے برقیؔ اعظمی نے
ندرت فکر اور موضوع کی پیش کشی کے معاملے میں
حد درجہ کامیابی حاصل کی ہے۔''(9)

صدیق نقوی صاحب نے مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر برقی کی سائنسی شاعری کا گہرائی وگیرائی سے جائزہ لیا ہے اور متعدد وکارآمد نتائج بھی اخذ کیے ہیں۔ اسی طرح نقوی صاحب کی مذکورہ باتوں کی تائید دیگر اہل قلم کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے حوالے سے ان کا مختصر شعری مجموعہ ''برقی شعائیں'' قابل مطالعہ ہے۔ جس کے مطالعے سے پہلے پہل تو اندازہ ہوگا جیسے ہم کوئی سائنسی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ مگر بہ نظر غائر اس کا مطالعہ بتائے گا کہ وہ ادبی کاوش اور تخلیق ہے۔

مجموعی نتیجہ: ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی فکری، فنی، روایتی، موضوعاتی، سائنسی اور عصری شاعری اور شعر گوئی ان کی موصوف کی محنت، لگن، کوشش اور جد جہد کا اظہار ہے۔ انھوں نے مذکورہ تمام موضوعات وعناوین پر برجستہ اور بہت کم وقت میں شاعری کی ہے۔ جس پر کچھ ناقدین نے انھیں زود گو کہا تو کچھ نے ان کی شاعری کو فکروں سے عاری، مگر ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ان کا اولین شعری مجموعہ ''روح سخن'' اور اس میں شامل نظمیں، غزلیات، دوہے، قطعے اس بے جا اعتراض کا مکمل ومدلل جواب ہیں۔ نیز اس شعری مجموعے پر مشاہیر اہل قلم وفکر ونظر کے
تبصرے، تجزیے، سپاس نامے ڈاکٹر برقی کا مناسب دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔ ''روح سخن'' کے مطالعے سے ڈاکٹر برقی اعظمی کا قد اور مقام ومرتبہ بھی پتا چلتا ہے اور ان کے اس فکر واحساس کا اندازہ بھی ہوتا ہے جو انھوں نے لفظوں، شعروں، بیتوں، غزلوں اور دیگر اصناف کی رگوں میں پھونکا ہے۔ ان کی موضوعاتی شاعری، جس میں یادرفتگاں کا عنوان نہایت کارآمد، لائق مطالعہ اور تاریخی دستاویز کا درجہ رکھتا ہے کیوں کہ اس میں انھوں نے دنیا بھر کے مشاہیر اہل قلم، زندگی کے مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دینے والی شخصیات، کتابوں اور رسالوں کے خصوصی نمبر واشاعتوں، انجمنوں اور اداروں کے تاریخی پروگراموں پر بیش بہا نظمیں لکھیں ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان کا فارم 'غزل کا فارم ہے۔ بحر ووزن، عروض، کسی سے بھی وہ خالی یا عاری نہیں۔ اس طرح سے کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے آج نہیں مگر آنے والے وقت میں ڈاکٹر برقی اعظمی اردو شاعری کے ایک جلی اور معتبر عنوان سے جانے جائیں گے۔

ماخذ و مراجع

روح سخن۔ (شعری مجموعہ) ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی۔ تخلیق کار پبلشرز۔ دہلی۔ 2013
روزنامہ 'آج کل' لاہور۔ پیر 28 اگست 2017
مشمولہ روح سخن۔ اندرونی فلیپ۔ تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔ 2013
احمد علی برقی اعظمی کی غزلیہ شاعری۔ مشمولہ روح سخن۔ ص:20۔ تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔ 2013

احمد علی برقی اعظمی اوران کی شاعری۔مشمولہ روح سخن۔ص:20۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

تحسین وتبریک۔مشمولہ روح سخن۔ص:32۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

ایک ہمہ جہت شخص، ایک بے مثال فن کار۔مشمولہ روح سخن۔ص:32۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

برقی اعظمی کی روح سخن پر میرے تاثرات۔مشمولہ روح سخن۔ص:46۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

روح سخن۔مشمولہ روح سخن۔ص:26۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

سپہر شعر پہ روشن ہے آفتاب سخن۔مشمولہ روح سخن۔ص:55۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

عصری شاعری میں غزلیہ ہیئت کا نگہبان۔مشمولہ روح سخن۔ص:70۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی موضوعاتی شاعری۔مشمولہ روح سخن۔ص:70۔تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔2013

☆☆☆